منزہ مبین*

کرشن چندر کے افسانوں کا نو آبادیاتی مطالعہ

Abstract: *Creation of a masterpiece is a deep and complicated act. Surrounding material absorbs into thinking and personality of a writer/artist before finding reflection on paper. In the fictions of Kirshanchandr we notice his personality, background, his environs, and his epoch's political, social, literary and cultural problems. Before and after partition, changes started to serge in the magnificent society of India. Zeal of revolution and quest of new realities were results of stimulant in his writings. If we intently analyze the causes and inducers of that in table situation we find its foundations connected with colonization.*

کرشن چندر اردو ادب کے اہم ترین اور نمایاں افسانہ نگاروں میں سے ہیں۔ تخلیقی فن پارے کا ظہور ایک گھمبیر اور پیچیدہ عمل ہے۔ گردوپیش کی اشیاء فن کار کی سوچ اور شخصیت میں انجذابی عمل اختیار کر کے دوبارہ صفحہ قرطاس پر نمودار ہوتی ہیں۔ کرشن چندر اردو کے ان چند ادیبوں میں سے ہیں جنھوں نے مختلف اسالیب، مختلف اصناف، مختلف مقاصد کے تحت بہت کچھ لکھا ہے۔ کرشن چندر کی تمام تحریروں کا بیک وقت مد نظر رکھنا آسان نہیں تاہم اگر ان کے صرف چند افسانوں کو ہی مد نظر رکھا جائے تو ایسی متوازن شخصیت سامنے آتی ہے جس میں فطرت پرستی، انسان دوستی، غلامانہ ذہنیت سے آزاد، بہتر اور اعلیٰ اقدار کے حامل سماج کی آرزو جیسے عناصر کثرت سے نظر آتے ہیں۔ کرشن چندر کے افسانوں میں ان کی ذات، ان کا پس منظر، ان کا گردوپیش ان کے عصری، سیاسی، سماجی، ادبی و تہذیبی مسائل دیکھنے کو ملتے ہیں۔ اس عہد میں برصغیر کے سیاسی و سماجی حالات کا دباؤ، نفسانفسی، عدم تسلسل کی روایت اور ٹھہراؤ نہ ہونے کی بنا پر معاشرہ اور فرد دونوں ہی انتشار کا شکار تھے۔ آزادی سے پہلے اور آزادی کے بعد ہندوستان کی عظیم الشان معاشرت میں تغیرات کی لہریں اٹھ رہی تھیں، انقلابی خواہشوں کی سرگرمیاں اور نئے آفاق کی کھوج ان کی تحریروں کا محرک ثابت ہوتا ہے۔ اگر ہم ان اسباب و محرکات، کشمکش اور غیر یقینی صورتحال کا بغور جائزہ لیں تو زیر نظر بحث موضوع کی بنیاد نو آبادیات سے منسلک نظر آتی ہے۔

کرشن چندر نے کثیر تعداد میں افسانے لکھے ہیں لیکن انہوں نے اپنے افسانوں میں فنی ضروریات کے حوالے سے بہت محتاط رویہ اختیار کیا ہے۔ ان کے افسانوں میں زندگی اپنے پورے سیاق و سباق کے ساتھ عروج پر ہے۔ کرشن چندر کے افسانوں کی حقیقت اجتماعی لاشعور سے برآمد ہوتی ہے۔ اس عہد کے سیاسی و سماجی مسائل بالخصوص ہندوستانی معاشرے پر بدیسیوں کی حکومت کا بہترین عکس ہمیں کرشن چندر کے فکشن میں دیکھائی دیتا ہے۔ بقول ڈاکٹر انوار احمد

"باشعور فنکار کی طرح، کرشن کی نفرت کا ہدف بھی ہندوستان پر غلامی مسلط کرنے والے ہاتھ ہی بنتے ہیں۔" (۱)

*لیکچرر ویمن یونیورسٹی صوابی۔

مندرجہ بالا اقتباس کی ذیل میں اگر دیکھا جائے تو اس عہد میں کیونکہ سامراجی عزائم نے دنیا کو جہنم میں تبدیل کر دیا تھا۔ غیر ملکی حکمران وطن پر قابض تھے۔ ہندوستان کی عظمت قصہ پارینہ بن چکی تھی۔ لوگ آزادی کے لیے جدوجہد کر رہے تھے۔ اسی سامراجی دباؤ کے زیر اثر ہم ایک نئے عہد میں داخل ہوئے بلکہ ہماری سوچ کا نقطہ نظر اور زاویے بھی بدل گے۔ یہ نئے زاویے ہم از خود معرض وجود میں نہیں لائے بلکہ طاقت و قوت کی بناء پر ہمارے ہاتھوں میں دے دیئے گئے تھے جن سے سامراجی نظام کو تقویت نصیب ہوئی۔ اس نو آبادیاتی صورتحال کے حوالے سے ڈاکٹر ناصر عباس نیر لکھتے ہیں کہ

> "نوآبادیاتی صورتحال، فطری اور منطقی صورت حال نہیں ہے۔ یہ ازخود کسی قابل فہم فطری قانون کے تحت رونما نہیں ہوتی۔ ہر چند اس کی رونمائی تاریخ کے کسی خاص لمحے میں ہوتی ہے۔ مگر تاریخ کا یہ لمحہ کسی الہامی حکم یا فطری طاقتوں کے اپنے قوانین کی "پیداوار" نہیں ہوتا، اسے پیدا کیا جاتا اور تشکیل کیا جاتا ہے۔ چوں کہ پیدا کیا جاتا ہے اس لیے مخصوص مقاصد کے حصول کو سامنے رکھا جاتا ہے لہذا کہا جا سکتا ہے کہ یہ انسانوں کے مخصوص گروہ کے ہاتھوں مخصوص مقاصد کے حصول کی خاطر برپا ہونے والی صورت حال ہے۔ اس گروہ کو" نوآبادکار"کا نام دیا گیا ہے۔" (۲)

نوآبادیات نے برصغیر میں ہر سطح پر زندگی میں انتشاری کیفیت پیدا کر دی تھی۔ تاریخ پر نظر دوڑائی جائے تو ہمیں کوئی بھی معاشرہ یا عہد غلبہ پسندی اور سیاسی و سماجی کشمکش اور افراتفری سے خالی نظر نہیں آتا ہے۔ اس ذیل میں دیکھا جائے تو یہ سوال ہمارے ذہن میں ابھرتا ہے کہ آخر برطانوی اقتدار ہندوستان میں کیسے قائم ہوا تھا؟ جس کا جواب کچھ اس صورت میں ملتا ہے کہ مغل صوبیداروں نے مغلوں کی حکومت کو توڑا اور پھر مرہٹوں نے صوبیداروں کی حکومت کو پاش پاش کر دیا تھا۔ مرہٹوں کی قوتوں کو افغانوں نے ختم کر دیا اور ان کی خانہ جنگیوں سے حکومت برطانیہ نے موقع کا بہترین فائدہ اٹھایا اور ہندوستان پر قبضہ جما لیا تھا۔ ہندوستان پر انگریزوں کی حکومتی منصوبہ بندیوں اور خود ہندوستانیوں کی غفلت کے حوالے سے کارل مارکس اپنے خیالات کا اظہار کچھ طرح سے کرتا ہے کہ

> "یہ ایک ایسا ملک تھا جو نہ صرف ہندوؤں اور مسلمانوں میں بلکہ مختلف قبیلوں اور مختلف ذاتوں میں بھی تقسیم تھا۔ یہ ایک ایسا سماج تھا جس کا چوکھٹا ایک سمکے توازن پر ٹکا ہوا تھا اور یہ توازن اس سماج کے تمام اراکین کے درمیان ایک عام باہمی تنفر اور بنیادی مغائرت کا نتیجہ تھا۔ ایسے ملک اور ایسے سماج کے مقدر میں بھلا مفتوح ہونا نہیں تو اور کیا لکھا تھا؟" (۳)

اگر تنقیدی نقطہ نگاہ سے دیکھا جائے تو ایسی صورت میں قوم پرستی جنم لیتی ہے۔ اور یوں مقامی لوگوں نے مل کر قوم پرستی کے لئے گروپ بنائے جن کی بنیاد احساس شناخت (جو نسلی، مذہبی یا فرقہ وارانہ تھا) پر تھی۔ صدیوں سے قائم ہندو مسلم مشترکہ تہذیب اور

رواداری خاک میں مل جاتی ہے اور برسوں کے ہندو مسلم دوست اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ دوستی مزید نہیں چل سکتی قیام پاکستان کے بعد اس طبقے کی معاشرتی زندگی میں جو تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں۔ اس میں یہ اسلاف اپنی روایتی زندگی قائم رکھنا چاہتے ہیں لیکن ناکام رہتے ہیں۔ مثلاً کرشن چندر کے افسانہ "اندھے" میں ایک ایسے فرد کی کہانی بیان کی جو بینا نابینا ہے کیونکہ وہ کہانی کے صرف ایک رخ پر توجہ مرکوز کرتا ہے۔ جب اسے معلوم ہوتا ہے کہ بہار میں مسلمانوں کا قتل عام کیا گیا ہے تو آپے سے باہر ہو جاتا ہے مثلاً

> "جب بہار میں مسلمانوں میں آفت آن پڑی تو ہمارا خون بھی کھولنے لگا یہ سالے اوپر چڑھے جا رہے ہیں۔ ارے ابھی کل کی بات ہے کہ ہمسارے ہندوستان کے بادشاہ تھے اور یہ دال کھانے والے کافر ہماری جوتیوں تک لوٹتے تھے اور آج ان کی یہ ہمت ہو گئی۔۔۔ہندوؤں کو اس کا مزا چکھا کے رہیں گے۔۔" (۴)

ان حالات کی بنیاد انگریزوں کی مضبوط سیاسی پالیسی تھی جس نے لوگوں کو ذات پات، مذہب، قبیلے، گروہوں کی سطح پر فرقہ واریت کا شکار کیا تاکہ یہ لوگ خود آپس میں ہی اپنی اپنی شناخت اور پہچان کے حصول کی خاطر ماریں اور مریں۔ جیسا کہ اس افسانے میں ہوا کہ مسلمان اپنے محلے کے ہندوؤں کو انتقام کی آگ میں اندھا ہو کر قتل کر دیتا ہے۔ ان کے مکان نذر آتش کر دیتا ہے۔ جب وہ نعرہ تکبیر بلند کر کے اپنے محلے میں پہنچتا ہے تو اسے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں ہندوؤں نے حملہ کر دیا تھا۔ اس کے گھر کے تمام افراد قتل کر دیئے جاتے ہیں۔ اس حوالے سے طاہرہ اقبال لکھتی ہیں کہ

> "وہ عقل کا اندھا نہیں سوچتا کہ جس انتقام کی آگ میں وہ جل رہا ہے۔ دوسرا فریق بھی یہی سوچ رکھتا ہے دونوں خود کو حق بجانب اور دوسرے کو غلط تصور کرتے ہیں۔" (۵)

ان حالات کی سنگینی اور افراتفری میں نفسیاتی کشمکش کی عکاسی کرشن چندر ایک اور افسانہ "گھر" میں کچھ اس طرح کرتا ہے کہ

> "رام دھن کی محبوبہ کہتی ہے۔" بھگوان مجھے ایک چھوٹا سا گھر لے دو نا۔ ایک ننھا سا گھر بالکل اتنا چھوٹا سا جتنی دور تک میرے بازو پھیل سکتے ہیں" (۶)

مندرجہ بالا صورت حال کی عکاسی کرشن چندر کے ایک اور افسانہ "جیکسن" سے بھی ہوتی ہے کہ کس طرح انگریزوں نے ان صدیوں سے اکھٹے رہنے والی قوموں کو اپنے مفادات کی خاطر جانی دشمن بنا دیا تھا۔ کیونکہ انگریزوں نے اس فارمولے نفاق ڈالو اور حکومت کرو پر سختی سے عمل کیا اور نہ صرف فرقہ پرستی کو ہوا دی بلکہ دونوں قوموں کو ہتھیار بھی کثرت سے مہیا کیے۔ افسانے میں جیکسن انگریزوں کے شاطرانہ رویے کا بہترین عکاس ہے۔

> "جیکسن نے کہا ہم پرانے دوست ہیں۔۔۔اور سچ بات تو یہ ہے کہ لاہور پر دراصل ہندوؤں کا حق ہے۔ لاہور ہندوؤں نے بنایا ہے۔۔۔وہی لاہور کے مالک ہیں۔۔۔۔ مردوں کی طرح لڑیئے مہاشے

جی۔ہم آپ کی مدد کریں گے۔۔۔"مجھے ہندوستان میں نہیں پاکستان میں رہنا ہے۔ہندو بنیوں سے مجھے کوئی محبت نہیں ہے۔اور پھر اسلام کی تعلیم ہمارے عیسائی مذہبی سے ملتی جلتی ہے۔عیسائی مسلمان کے مل سکتا ہے۔لیکن ہندو کے ساتھ اس کا نباہ نہیں ہو سکتا۔۔۔" (۷)

جیکسن مسلمانوں کے لیڈر مولانا اللہ داد پیرزادہ اور ہندووں کے راہنما مہاشے نہال چند کھوکھری دونوں کا ہمدرد اور ہمراز ہوتا ہے۔ان دونوں کے دلوں میں فرقہ پرستی کی آگ بھڑکا کر ایک دوسرے کے خلاف لڑنے کے لیے ہتھیار مہیا کرتا ہے۔دونوں لیڈر کٹھ پتلی کی طرح جیکسن کے اشاروں پر چلتے ہیں۔انگریزوں کا دیرپا حکومت کرنے اور مفادات کے حصول کے لیے یہ اولین اصول رہا ہے کہ پہلے دونوں ممالک کے درمیان اختلافات کو ابھارا تا کہ ان میں اپنے اپنے بقائی، تحفظ کا احساس جنم لے اور جب یہ جذبہ پیدا ہو گا تو ان میں اپنی آزادی اور خود مختاری کو بچانے کے لیے ہتھیاروں کی ضرورت پڑے گی جس سے برطانوی اسلحہ ساز صنعت مزید ترقی کرے گی اور حکومت کے زر مبادلہ کے ذخائر بڑھیں گے۔

اسی تناظر میں ان کے افسانے"دوسری موت"اور "جانور"،"پشاور ایکسپریس "دل کا چراغ"، محراب"،"ہوا کے بیٹے"، "امر تسر آزادی سے پہلے آزادی کے بعد" بہت اہم ہیں۔یہ ایک ایسا دور تھا جب اتھل پتھل، توڑ پھوڑ، شکست وریخت معاشرے کا لازم و ملزوم حصہ بن چکی تھی۔آزادی سے پہلے امر تسر میں ہندو، سکھ، مسلمان مل جل کر رہتے تھے جلیانوالہ باغ میں دونوں قربانیاں دیتے رہے ہیں۔کسی مذہبی تفریق کے قائل نہ تھے۔لیکن یہ بھائی چارہ قائم نہ رہ سکا بلکہ مذہب اور فرقہ پرستی کے نام پر لرزا دینے والے واقعات ہوئے۔بقول طاہرہ اقبال

"مصنف نے اس فرقہ وارانہ دہشت گردی کی وجہ بھی انگریزوں کی مکاری اور چالبازی کو قرار دیا ہے کیونکہ انگریز کے راج میں کسی کے پاس ایک پستول تک بھی موجود نہ ہو تا تھا۔لیکن آزادی کی پہلی ہی رات بم، ہینڈ گرینیڈ، مشین گن، اسٹین گنوں کے ڈھیر لگ گئے۔ یہ سب اسلحے امریکی اور برطانوی کمپنیوں کے بنائے ہوئے تھے۔جو یہاں کے باشندوں کو ایک دوسرے کے ہاتھوں ختم کرنے کو فروخت کیے گئے تھے۔" (۸)

کرشن چندر کے ہاں ظلم، استحصال، جنگ اور غلامی سے نفرت کا جذبہ بھی نصف النہار پر ہے۔ نوآبادیات کے خاتمے کا عمل مختلف سیاسی حربوں، مختلف تواریخ اور جغرافیوں کی خاطر ایک بہت گھمبیر لڑائی ہے اور اس میں تخیل، ہڑتالوں، مارچوں، متشدد حملوں، سزا، جوابی سزا کی شکل اختیار کرتا ہے۔نوآبادیات محض لوگوں کو اپنے شکنجے میں کسنے اور دیسی باشندے کے ذہن کو بالکل خالی کر دینے سے ہی مطمئن نہیں ہوتا بلکہ ہر صورت اسے محکومی میں جکڑے رکھنا چاہتا ہے۔اپنے دوسرے مجموعے "نظارے"میں "دو فرلانگ لمبی سڑک"

ایسا انوکھا افسانہ تخلیق کرتے ہیں۔ جس میں کئی مناظر مل کر غلام ہندوستان کی عبرت ناک تصویر کشی کرتے ہیں۔اس افسانے میں دو فر لانگ سڑک کے ٹکڑے پر ہونے والی سب ناانصافیوں، ظلم و جبر اور سب سے بڑھ کر پورے ہندوستان کی سیاسی و اقتصادی نظام کی علامت بن جاتا ہے۔ مثلاً

"تانگے والے کو مارتے مارتے بید کی چھڑی ٹوٹ جاتی ہے۔ پھر تانگے والے کا چمڑے کا ہنٹر کام آتا ہے۔۔۔ پولیس کا سپاہی بھی پہنچ گیا۔ حرامزادے!صاحب بہادر سے معافی مانگو، تانگے والا اپنی میلی پگڑی سے گوشے سے آنسو پونچھ رہا ہے۔۔۔سنا ہے! جنگ شروع ہونے والی ہے کب؟اس کا تو پتہ نہیں ، مگر ہم گریب ہی مارے جائیں گے۔ (۹)

بدیسی آقا سے بنا کسی قصور کے مار کھا کر میلی پگڑی سے آنسو پونچھنا، بھوک کی تڑپ، باپ کی دوا کا محتاج، بہن کے جہیز کی فکر اور اس کی نکلتی عمر کا خوف، انگریزوں کی لگائی ہوئی جنگ میں خود کو جھونکنے والے نوجوان کی زندگی کی لو کا آہستہ آہستہ ختم ہونا وغیرہ ان سب حالات کو کرشن چندر یوں لکھتے ہیں کہ

"چاہتا ہوں اسی دم کپڑے پھاڑ کر ننگا سڑک پر ناچنے لگوں اور چلا چلا کر کہوں"میں انسان نہیں ہوں، میں پاگل ہوں، مجھے انسانوں سے نفرت ہے۔۔۔ مجھے پاگل خانے کی غلامی بخش دو میں ان سڑکوں کی آزادی نہیں چاہتا۔" (۱۰)

اگر دیکھا جائے تو کرشن چندر قحط بنگال کو بھی انگریزوں اور ان کے مقامی حامیوں کی سازش قرار دیتے ہیں۔کیونکہ وہ ہمہ وقت ایسے حالات کو پیدا کرنے کی کوشش میں لگے رہتے تھے جو سماج میں بدامنی پھیلانے کا سبب بنیں۔یوں کرشن چندر نے اسی موضوع پر لازوال افسانہ "ان داتا" تخلیق کیا ہے جس میں ایسے ایسے فکر انگیز پہلو سامنے لائے جو ایک خاص کیفیت میں ہی جنم لے سکتے ہیں۔مزید یہ ایک ایسا افسانہ ہے جس پر لوگ ششدر رہ کر یہ کہتے ہیں کہ بھوکے آخر بسکٹ کیوں نہیں کھا لیتے۔"ان داتا" کے تین حصے ہیں۔پہلا حصہ سادیت پسند آقا اور اس کے دیسی و بدیسی حامی، دوسرے حصہ میں متوسط طبقے کے وہ افراد جو ان جبراً نافذ حالات کو اپنی آزمائش سمجھ کر، ضمیر کی آواز کو دبا کر زندگی گزارنے کے متمنی ہیں۔ تیسرے حصے میں قیامت کا ساماں ہے کہ ان داتا، ان کا پالن ہار بھوک میں تڑپتا ہوا گردو پیش کو دیکھے جا رہا ہے۔ اخلاقی اقدار اور انسانیت کے ختم ہونے کی بہترین صورت ہمیں اس افسانے میں ملتی ہے۔

ڈرائیور نے اس عورت کی ہتھیلی پر چند سکے رکھے۔۔۔ بولا حضور!یہ اپنی بچی بیچنا چاہتی تھی"ڈیڑھ روپے میں" ڈیڑھ روپے میں یعنی نصف ڈالر میں؟میں نے حیران ہو کر پوچھا۔"ارے نصف ڈالر میں تو چینی کی گڑیا بھی نہیں آتی"۔'آج کل نصف ڈالر میں بلکہ اس سے بھی کم قیمت پر ایک بنگالی بچی مل سکتی ہے صاحب۔" (۱۱)

انہی موضوعات پر دیگر افسانے جن میں "خونی ناچ'،'بے رنگ و بو'،'ٹوٹے ہوئے تارے"،'بالکونی'،'ویکسی نیٹر'،'لکڑی کے کھوکھے'،'ایک طوائف کا خط'،'لال باغ'،'سپنوں کے قیدی'،'بھوت'،'مہالکشمی کا پل'،'اجنتا سے آگے"اسی طبقاتی اور غیر منصفانہ نظام کے خلاف لکھے گئے ہیں۔کرشن چندر کے افسانوں میں وطن پرستی، آزادی کی خواہش، طبقاتی نظام، معاشی و معاشرتی ناہمواریوں کا اظہار کھلم کھلا ملتا ہے۔نو آبادیات کے تحت معاشرے میں خرابیاں کثرت سے جنم لیتی ہیں جن کا ہدف مزدور، کسان، بے بس، کمزور غریب طبقہ ہوتا ہے۔ دراصل انگریز حکمرانوں نے اپنے مفادات کی خاطر اقتدار کی توسیع کے لیے جاگیرداری اور قبائلی نظاموں کی ہمیشہ پشت پناہی کی۔کرشن چندر کے سیاسی، مذہبی و معاشرتی نظام کے خلاف قدم اٹھانے کے حوالے سے اقبال آفاقی لکھتے ہیں کہ

> کرشن چندر غلام ہندوستان کے ان جری مردوں میں سے ایک ہے جن کا غلامی کے نام پر خون کھولنے لگتا ہے۔ جنھوں نے نو آبادیاتی نظام کی ہر جہت کو نفرت و حقارت سے دیکھا۔اس پر تنقید کی اور اس کے تشکیل کردہ سماج کی جعلی اقدار کے خلاف احتجاج کیا۔حریت فکر کا پرچم بلند رکھا۔وطن کے لوگوں کی آزادی، مساوات اور صلح کل کی ایسی اقدار کی طرف بلایا۔(۱۲)

کرشن چندر کا اسی موضوع کے حوالے سے ایک اور بہترین افسانہ "تین غنڈے" ہے۔افسانے کے تین کلیدی کردار شامتا، عبدالصمد، جگجیت سنگھ اپنے حقوق کے لیے مزدوروں کی تحریک بناتے ہیں اور اپنے حق کے لیے آواز بلند کرتے ہیں۔اسی جرم کی پاداش میں غنڈے کا لقب پاتے ہیں اور پولیس کی گولیوں کا نشانہ بھی بنتے ہیں۔تیسری دنیا کی اس استحصالی صورت حال اور معاشرے پر اس کے گہرے اثرات کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ

> "۔۔۔ہندوستان محبت کرنے کی نہیں نفرت کرنے کی جگہ ہے۔یہاں انسان ،انسان سے محبت نہیں کرتا۔ نفرت کرتا ہے۔لوگ حکومت سے، حکومت لوگوں سے۔۔۔۔انہیں جتنی نفرت ہے ایک دوسرے سے ہے اتنی اجنبی حکومت سے نہیں، جس کے یہ سب غلام ہیں۔۔۔۔" (۱۳)

اسی تناظر میں ڈاکٹر اقبال آفاقی لکھتے ہیں کہ

> "وہ بہ آواز بلند کہتا ہے کہ جب تک ہندوستان میں ظالم سرمایہ داروں اور گاندھی ٹوپی پہننے والے سیاست دانوں اور خود غرض افسر شاہی کا راج رہے گا۔جب تک برطانوی راج کا سیاسی انتظام مسلط رہے گا کچھ نہیں بدلے گا۔حالات جوں کے توں رہیں گے۔دولت کی پوجا اور انسانیت کی تذلیل ہوتی رہے گی۔(۱۴)

بمبئی برطانوی نو آبادیات کا مثالی شہر تھا۔کرشن چندر کے نزدیک یہ شہر سرمایہ داری کے اصول پر سختی سے کاربند تھا کیونکہ بے پناہ دولت بے پناہ غربت کو جنم دیتی ہے۔نو آبادیاتی نظام معاشرت کا اولین یہی اصول کارفرما رہا ہے کہ طبقاتی زندگی کو فروغ دیا جائے۔اس شہر

میں جہاں چند لوگ محلوں میں زندگی بسر کر رہے تھے وہیں دوسری طرف لوگوں کا ایک ہجوم کھلے آسمان کے تلے زندگی بسر کرنے پر مجبور تھا۔ یہاں کی بے مروت روزمرہ زندگی، جس میں استحصال کو معاشی خوشحالی کا پیمانہ قرار دے دیا گیا تھا۔ اسی مقصد کے پیش نظر کرشن چندر نے بمبئی شہر کی بدکاریوں کو ہدف بنایا ہے۔ مثلاً

"یہ دنیا جس میں سرمائے اور سرمایہ دار کی حکمرانی ہے ہر اس شخص کو غلیظ اور کمینہ کہہ کر دھتکار دیتی ہے جس کی جیب میں روکڑا نہ ہو۔ غریب اور بدحال کو ہر چیز کہتی ہے مجھ سے دور رہو۔" (۱۵)

برطانوی معاشرت کا علمبردار یہ شہر طبقاتی زندگی کا قائل ہے اور پست طبقوں کے استحصال کو اپنا حق سمجھتا ہے۔ یوں کرشن چندر نے اپنے افسانوں میں بمبئی کے سرمایہ دارانہ نظام کو تنقید کا نشانہ بنایا کیونکہ یہ شہر ان کے نزدیک ہر برائی کا منبع ہے۔

"اس بمبئی شہر میں کتنی گلیاں ایسی ہیں جن سے باہر نکلنے کا کوئی راستہ نہیں ہے۔ کتنے ہی ایسے راستے ہیں جو کسی منزل کو نہیں جاتے۔ کتنے ہی بچے ایسے ہیں جن کا کوئی گھر نہیں۔" (۱۶)

کرشن چندر کے وہ افسانے جو براہ راست کسی خاص موضوع پر نہیں لکھے گئے ان میں بھی کوئی نہ کوئی مکالمہ یا منظر کشی ایسی ضرور نظر آ جاتی ہے جس میں نوآبادیاتی ہندوستان یا انگریزوں کا غلام ہندوستان اپنی بے بسی کا ماتم نظر آتا ہے۔ مثلاً 'کچرا بابا' کی کہانی سماج کے ظالمانہ رویے، اونچ نیچ، گھٹن زدہ ماحول کی عکاس ہے جس کی باس ہر سو پھیلتی رہی مثلاً چند جھلکیاں ملاحظہ ہوں

"سب لوگ اسے کچرا بابا کہتے تھے، کیونکہ سب کو معلوم تھا کہ وہ صرف کچرے کے ٹب میں سے اپنی خوراک نکال کے کھاتا ہے۔ اور جس دن اسے وہاں کچھ نہ ملتا وہ بھوکا ہی سو جاتا تھا۔۔۔""اسی طرح دن پر دن گزرتے گئے۔ ملک آزاد ہوئے، ملک غلام ہوئے، حکومتیں آئیں، حکومتیں گئیں، مگر یہ کچرے کا ٹب وہیں کا وہیں رہا اور اس کے کنارے بیٹھنے والا کچرا بابا نیم غنودگی، نیم بے ہوشی کے عالم میں دنیا سے منہ موڑے ہوئے زیر لب کچھ بدبداتا رہا اور کچرے کے ٹب کو گھنگھولتا رہا۔۔۔" (۱۷)

کرشن چندر نے نوآبادیات اور اسکے نتیجے میں اپنے عہد کے جبر و استحصال اور منتشر صورت حال کو اپنے فکشن کو موضوع بنایا اور رمز و تمثیل کے پردے میں مجموعی کیفیت کو گرفت میں لینے کی کوشش کی جس میں وہ کامیاب نظر آتے ہیں۔ ان کے فکشن کے بہت سے پہلو ہیں جس کی مدد سے سماج اور استحصالی پہلوؤں کی ترجمانی کی گئی ہے۔ کرشن چندر نے اس تمام صورت حال کو جس سے ایک نوآبادیاتی خطے، علاقے یا قوم کو گزرنا پڑتا ہے اس کا بیان بہت عمدہ طریقے سے کیا ہے۔ کرشن چندر کسی ایک قوم، ایک نسل یا ایک فرقے کا ادیب نہیں بلکہ انسانیت کا ادیب ہے۔ جس جگہ، خطے اور مقام پر آزادی کی اور انصاف کی جنگ لڑی جاتی ہے کرشن کا قلم اس کی حمایت کرتا ہے۔

حوالاجات:

۱۔ انوار احمد، ڈاکٹر، اردو افسانہ ایک صدی کا قصہ، مثال پبلیشرز، فیصل آباد، ۲۰۱۰، ص ۳۲۷

۲۔ ناصر عباس نیر، لسانیات اور تنقید، پورب اکادمی، اسلام آباد، ۲۰۰۹ئ، ص ۲۳

۳۔ کارل مارکس، فریڈرک اینگلز، ہندوستان تاریخ خاکہ، مترجم، احمد سلیم، تخلیقات مزنگ روڈ ملاہور، ۲۰۰۲ئ، ۲۳۹

۴۔ کرشن چندر، ہم وحشی ہیں، فوٹو آفسیٹ پرنٹرز، دہلی، ۲۰۰۲، ص ۲۸

۵۔ طاہرہ اقبال، پاکستانی اردو افسانہ سیاسی و تاریخی تناظر میں، فکشن ہاؤس، لاہور، ۲۰۱۵، ص ۱۱۷

۶۔ کرشن چندر، گھر، مشمولہ: کرشن چندر کے سو افسانے، مرتبہ: آصف نواز چوہدری، اشاعت دوم، لاہور: چوہدری اکیڈمی، ۲۰۰۶، ص ۱۴۶

۷۔ طاہرہ اقبال، پاکستانی اردو افسانہ سیاسی و تاریخی تناظر میں، فکشن ہاؤس، لاہور، ۲۰۱۵، ص ۱۱۸

۸۔ کرشن چندر، ہائیڈروجن بم، دہلی پرنٹنگ ورکس، دہلی، ۱۷۵۵، ص ۹۴، ۹۲

۹۔ کرشن چندر، دو فرلانگ لمبی سڑک، مشمولہ: کرشن چندر کے سو افسانے، مرتبہ: آصف نواز چوہدری، اشاعت دوم، لاہور: چوہدری اکیڈمی، ۲۰۰۶، ص ۶۲۵

۱۰۔ کرشن چندر، گھر، مشمولہ: کرشن چندر کے سو افسانے، مرتبہ: آصف نواز چوہدری، اشاعت دوم، لاہور: چوہدری اکیڈمی، ۲۰۰۶، ص ۶۲۵

۱۱۔ کرشن چندر، ان داتا، لاہور: مکتبہ اردو، بار سوم، س ن، ص ۲۳۔۲۲

۱۲۔ اقبال آفاقی، ڈاکٹر، اردو افسانہ فن، ہنر اور متنی تجزیہ، فکشن ہاؤس، کراچی، ۱۰۹، ۲۰۱۲

۱۳۔ کرشن چندر، تین غنڈے، مشمولہ: کرشن چندر کے سو افسانے، مرتبہ: آصف نواز چوہدری، اشاعتدوم، لاہور: چوہدری اکیڈمی، ۲۰۰۶، ص ۲۳۵

۱۴۔ اقبال آفاقی، ڈاکٹر، اردو افسانہ فن، ہنر اور متنی تجزیہ، فکشن ہاؤس، کراچی، ۱۲۰، ۲۰۱۲

۱۵۔ کرشن چندر، ہائیڈروجن بم، دہلی پرنٹنگ ورکس، دہلی، ۱۷۵۵، ص ۹۳

۱۶۔ ایضاً، ص ۹۰

۱۷۔ طارق محمود، کرشن چندر کے بہترین افسانے، بک ٹاک، لاہور، ۲۰۰۶، ص ۱۸۱، ۱۷۸

☆☆☆☆☆